مصنف: ڈاکٹر محمد حسین ذہبی
مترجم: ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

(آخری قسط)

صدر اوّل میں تفسیر قرآن کے مصادر

—— یہ مقالہ ادارہ علوم القرآن علی گڑھ کے ششماہی مجلّے "علوم القرآن" سے ماخوذ ہے ——

مصدر سوم

اجتہاد اور استنباط کی صلاحیت

جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خود کتاب اللہ میں تفسیر نہیں ملتی تھی اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو حاصل کرنے کا موقع ملتا تھا تو وہ اپنے اجتہاد اور استنباط کرنے کی صلاحیت سے کام لیتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اجتہاد و استنباط دونوں غور و فکر اور اجتہادی صلاحیت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن جن چیزوں کا سمجھنا محض عربی زبان کی معرفت پر مبنی تھا تو وہ اس کو سمجھنے کے لیے غور و فکر کو کام میں نہیں لاتے تھے کیونکہ وہ خالص عرب تھے عربوں کے کلام کو جانتے اور گفتگو کے انداز و طریقوں سے واقفیت رکھتے تھے وہ عربی الفاظ اور ان کے معانی کو جاہلی شاعری کی معرفت کے سبب خوب جانتے تھے۔ اور یہ جاہلی شاعری بقول حضرت عمر رضی اللہ عنہ عربوں کا دیوان تھا۔

فن تفسیر میں صحابہ کے اجتہادی آلات

بہت سے صحابہ کرام قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر اس طریقہ یعنی رائے و اجتہاد کے طریقہ سے کرتے تھے۔ اس میں مذکورہ ذیل سے مدد لیتے تھے۔

اول: زبان کی مختلف ہیئتوں اور اسرار کی معرفت

دوم: عربوں کی عادات کی معرفت

سوم: قرآن کریم کے زمانۂ نزول میں جزیرۃ العرب کے یہود و نصاریٰ کے احوال کی معرفت۔

چہارم: قوت فہم اور وسعت ادراک۔

عربی زبان کی ہیئتوں اور اس کے اسرار و رموز کی معرفت ان آیات کریمہ کے فہم میں مدد کرتی ہے جن کا سمجھنا کسی غیر عربی زبان کی واقفیت پر مبنی نہیں ہے۔ اور عربوں کی عادات و خصائل کی معرفت ان بہت سی آیات کریمہ کی افہام و تفہیم میں معاون ثابت ہوتی ہیں جن کا تعلق ان کی عادات سے ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول ہے اِنَّمَا النَّسِیٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ[۵۳] (یہ جو مہینہ مٹا دینا ہے سو بڑھائی ہے کفر کے عہد میں) دوسرا فرمان الٰہی ہے: وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا[۵۴] (اور نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں آؤ چھت پر سے) ان دونوں آیات کریمہ کی تفہیم صرف اس شخص کے لیے ممکن ہے جو نزول قرآن کے وقت جاہلیت کے زمانے میں عربوں کی عادات کی معرفت رکھتا ہے۔

زمانہ نزول قرآن کے دوران جزیرہ عرب کے یہود و نصاریٰ کے احوال و کوائف کی معرفت ان آیات کی فہم میں معاون ہوتا ہے جن میں ان کے اعمال اور ان کی قرآنی تردید مضمر ہوتی ہے۔

اسباب نزول کی معرفت اور قرآن کریم میں مذکورہ موجود حالات و واقعات سے واقفیت بہت سی قرآنی آیات کے فہم میں مددگار ہوتی ہے۔ اسی بنا پر امام واقدی نے کہا ہے کہ آیت کریمہ کی تفسیر کی معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اس کے قصہ اور اس کے نزول کے بیان سے واقفیت حاصل نہ ہو[۵۵] علامہ ابن دقیق العید کا بیان ہے: "سبب نزول کا بیان قرآن کریم کے معانی کے فہم کا ایک قوی طریقہ ہے"[۵۶] امام ابن تیمیہ نے فرمایا ہے "سبب نزول کی معرفت آیت کے فہم میں مدد کرتی ہے کیونکہ سبب کا علم مسبّب (نتیجہ) کے علم پر منتج ہوتا ہے"[۵۷]

اب رہی قوت فہم اور وسعت ادراک کی صلاحیت تو یہ عطیہ الٰہی اور فضل خداوندی ہے جسے چاہتا ہے ان سے اپنے بندوں کو وہ بے نیاز نواز دیتا ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات کے معنی دقیق اور مراد مخفی ہو جاتی ہے اور وہ صرف ان خوش بختوں پر ظاہر و واضح ہوتی ہے جن کو فہم و فراست اور نور بصیرت کا حصۂ وافر عطا ہوا ہے۔ بلاریب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اس نعمت عظمیٰ سے وافر ترین حصہ نصیب ہوا تھا۔ اور یہ ان کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کا عطیہ تھا آپ نے ان کے لیے دعا کی تھی "اے اللہ اس کو دین کی سمجھ اور تاویل و تفسیر کا علم عطا فرما"

امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں اپنی سند سے حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا: "میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کتاب اللہ میں موجود وحی الٰہی کے سوا اور بھی وحی کا کچھ حصہ ہے؟ انھوں نے کہا: "میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کتاب اللہ میں موجود وحی الٰہی کے سوا اور بھی وحی کا کچھ حصہ ہے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ چیرا اور جان پیدا کی میں اس کو صرف قوت فہم سمجھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کسی شخص کو قرآن کریم کے بارے میں عطا کرتا ہے۔ یا پھر جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت و خون بہا اور اسیروں کی رہائی کے احکام نبوی اور یہ امر نبوی کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔"[۳۵]

یہی وہ فہم و استنباط کے وسائل و آلات تھے جن سے صحابہ کرام نے بہت سی آیات قرآنیہ کی فہم میں مدد لی تھی اور یہی وہ معیار و کسوٹی ہے جو قرآن کے غوامض، مشکلات اور رموز کا انکشاف کرتی ہے۔

معانی قرآن کے فہم میں صحابہ میں تفاوت

چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان وسائل و ذرائع کی معرفت میں متفاوت تھے اس لیے وہ قرآن فہمی میں درجہ مساوی نہیں رکھتے تھے اور یہی سبب ہے جس کی بنا پر قرآن کریم کے بعض معانی کے فہم میں ان میں اختلاف پیدا ہو جاتا تھا۔ اگرچہ ان کا اختلاف تابعین اور تبع تابعین کے اختلاف کی بہ نسبت بہت تھوڑا اور ہلکا تھا۔ اس اختلاف صحابہ کی مثالیں درج ذیل ہیں:۔

(۱) روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بحرین کا عامل بنایا کچھ مدت کے بعد حضرت جارود بن معلی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ: قدامہ نے شراب پی اور نشہ سے مخمور ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہاری بات کی گواہی کون دیتا ہے؟ حضرت جارود نے کہا کہ میری بات کی شہادت ابوہریرہؓ دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قدامہ تب تو میں تم کو کوڑے لگواؤں گا۔ انھوں نے عرض کیا: جیسا کہ وہ کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے پی لیکن تم کو مجھے کوڑے لگوانے کا کوئی حق نہیں پہونچتا۔ حضرت عمر نے پوچھا: وہ کیسے؟ حضرت

قدامہ نے کہا : اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا[۶۳] (جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کیے ان پر گناہ نہیں جو کچھ پہلے کما چکے، جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کیے، پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی) بلاشبہ میں ان لوگوں میں شامل ہوں جو ایمان لائے اور عمل صالح کرنے والے، تقویٰ اختیار کرنے والے، مومن، متقی اور احسان کرنے والے ہیں۔ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر، احد، خندق اور دوسرے تمام غزوات میں شریک جہاد رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر لوگوں سے فرمایا: کیا تم ان کے قول کی تردید کرتے ہو؟ اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا : یہ آیات گذشتہ لوگوں کی عذر خواہی کے لیے اتری تھیں اور موجود باقی لوگوں کے خلاف حجت و دلیل ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ[۶۴] (اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے گندے کام ہیں شیطان کے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : تم نے سچ کہا۔[۶۵]

(۲) روایت ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کا قول : اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ[۶۶] (آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا) نازل ہوا تو صحابہ کرام عام طور سے خوش ہوئے کیونکہ ان کے خیال میں یہ دین کے کمال وتکمیل کی محض ایک خبر اور بشارت تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا : کمال کے بعد زوال آتا ہے۔ ان کو بخوبی احساس تھا کہ اس آیت کریمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کی خبر بھی مضمر تھی۔ اور ان کا یہ خیال بالکل صحیح تھا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزول کے بعد صرف اکیاسی دن ہی زندہ رہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔[۶۶]

(۳) امام بخاری نے حضرت سعید بن جبیر کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے : حضرت عمرؓ مجھ کو اپنی بارگاہ میں بدر کے بزرگوں اور شیوخ کے ساتھ حاضری کی اجازت دیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعض لوگوں کو یہ بات ناگوار گذری اور انھوں نے فرمایا : یہ ہمارے ساتھ نہ آیا کرے اس جیسے ہمارے بیٹے بھی ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : یہ تم میں سب سے زیادہ عالم لوگوں میں شامل ہے۔ پھر ایک دن ان کو بلایا اور مجھے

بھی ساتھ میں طلب کیا۔ میرا خیال ہے کہ انھوں نے مجھے محض ان کو جتانے کی خاطر بلایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: تم لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے فرمان : اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ (جب پہونچ چکی مدد اللہ اور فیصلہ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا: ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ کی حمد و تسبیح کریں کیونکہ اس نے ہماری امداد کی اور ہم کو فتح عطا فرمائی ہے۔ اور کچھ لوگ خاموش رہے اور کچھ نہ بولے۔ پھر حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا: ابن عباس! تم بھی یہی کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ انھوں نے فرمایا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اس میں دراصل اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خبر دی ہے۔ اس لیے اس نے فرمایا: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ، یہ تمہاری موت کی علامت ہے۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا (اب پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں اور گناہ بخشوا اس سے بیشک وہ معاف کرنے والا ہے)۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو تم کہتے ہو اس کے سوا میں بھی نہیں جانتا۔[۲۶]

مصدر چہارم یہود و نصاریٰ کے اہلِ کتاب

عہد صحابہ میں تفسیر کا چوتھا مصدر یہود و نصاریٰ کے اہل کتاب تھے۔

اور وہ یوں کہ بعض مسائل میں خصوصاً انبیاء کرام کے قصوں میں اور گزشتہ اقوام کے حالات میں قرآن مجید تورات سے متفق ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جو انجیل میں آئی ہیں جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ اور ان کے معجزات مسیحائی۔

یہ بات دوسری ہے کہ قرآن مجید نے ان قصوں اور واقعوں کے بیان کے لیے جو اسلوب و نہج اختیار کیا ہے وہ تورات و انجیل کے اسلوب سے مختلف ہے چنانچہ قرآن مجید مسائل و معاملات کی جزئیات کی تفصیل سے تعرض نہیں کرتا اور نہ ہی قصہ کے تمام پہلوؤں اور گوشوں کا احاطہ کرتا ہے بلکہ وہ صرف اس جزو قصہ پر اکتفا کرتا ہے جہاں عبرت و موعظت مضمر ہوتی ہے۔

اور چونکہ عقل ہمیشہ تکمیل و استقصاء کی جانب میلان رکھتی ہے اس لیے بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان قصص کی تکمیل و تفصیل کے لیے جن کے تمام گوشوں کا احاطہ قرآن کریم نے نہیں کیا تھا اپنے دین میں داخل ہونے والے اہل کتاب علماء کی طرف رجوع کرنے لگے۔ ان مسلم اہلِ کتاب میں حضرات عبداللہ بن سلام، کعب الاحبار وغیرہ یہود و نصاریٰ کے علماء شامل تھے اور اس کی ضرورت صحابہ کرام کو اس لیے پڑی کہ اس باب میں ان کے پاس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مسلمہ سنت ہوتی تو وہ اس سے انحراف کرکے کسی اور مصدر کی جانب ہرگز رجوع نہ کرتے خواہ اس کا منبع و سرچشمہ کچھ بھی ہوتا۔

سابقہ مصادر کی نسبت سے اس مصدر کی اہمیت

یہ بات واضح ہے کہ اہل کتاب کی جانب بعض صحابہ کرام کے رجوع کرنے کی تفسیر میں اہمیت نہیں ہے جو سابقہ تین مصادر کی ہے یہ تو ایک انتہائی تنگ اور محدود سرچشمۂ معلومات تھا۔ کیونکہ تورات و انجیل میں بہت زیادہ تحریف و تبدیلی ہوئی ہے اور یہ فطری بات تھی کہ صحابہ کرام اپنے عقیدہ کی محافظت فرماتے اور قرآن کریم کی اس چیز سے حفاظت کرتے تھے کہ اس کے معانی کی فہم کی تنگ و دو میں وہ اس میں ایسی چیز کو شامل نہ کردیں جو تحریف کرنے والوں کے ہاتھوں ان کتابوں میں داخل ہوگئی تھیں۔ چنانچہ وہ اہل کتاب سے صرف ان چیزوں کو لیتے تھے جو ان کے عقیدہ سے متفق ہوتی تھیں اور قرآن کریم سے کسی طور متعارض و متصادم نہیں تھیں۔ لیکن جن چیزوں کا جھوٹ و کذب قرآن کریم سے تصادم و تعارض کے سبب اور ان کے عقیدہ سے مخالفت کی وجہ سے واضح ہوجاتا تھا وہ ان کو چھوڑ دیتے تھے اور ان کی تصدیق نہیں کرتے تھے۔ اور ان دونوں کے ماورا جو چیز ہوتی تھی ان کے بارے میں وہ سکوت اختیار کرتے تھے: وہ نہ اول الذکر کے قبیل سے ہوتی تھی اور نہ موخر الذکر کے زمرہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اور اس قسم کی روایات وہ اہل کتاب سے سن لیتے تھے اور ان میں توقف کرتے تھے وہ نہ اس پر صدق کا اور نہ کذب کا حکم لگاتے تھے۔ اس معاملہ میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل کرتے تھے کہ "اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب اور کہو کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف نازل کیا گیا ہے ایمان لائے"۔[۶۹]

حوالے

(نوٹ: اس مضمون کی قسط اوّل کے حوالے بھی ذیل میں شامل ہیں)

۱۔ مسلم الثبوت اور شرح مسلم الثبوت، جلد اول ص۳۶

۲۔ جمع الجوامع اور اس کی شرح، جلد دوم ص۷۵ اور المستصفیٰ، جلد دوم ص۱۸۵

۳۔ سورہ بقرہ آیت ۲۵۴

۴۔ سورہ زخرف آیت ۶۷

۵۔ سورہ نجم آیت ۲۶

۶۔ سورہ نساء آیت ۱۲۳

۷۔ سورہ شوریٰ آیت ۳۰

۸۔ سورہ اسرا آیت ۹۳

۹ھ سورہ جمعہ آیت ۸ (سعی میں کوشش واہتمام کے معنی بھی پوشیدہ ہوتے ہیں اس لیے بظاہر یہ لفظ آیت کریمہ میں لایاگیا ہے۔ مترجم) ۱۰ھ سورہ نساء آیت ۱۲۰

۱۱ھ نظرۃ عامۃ فی تاریخ الفقہ الاسلامی ۔ جلد اول ص۱۶۳

۱۲ھ المذاہب الاسلامیہ فی تفسیر القرآن الکریم ۔ اول ص۱

۱۳ھ سورہ فتح آیات ۹-۸ ۱۴ھ سورہ حجر آیت ۹

۱۵ھ سورہ نحل ۔ آیت ۴۴ ۱۶ھ تفسیر قرطبی ۔ جلد اول ص۲

۱۷ھ سورہ فاتحہ کی آخری آیت میں موجود الفاظ میں انہی کی جانب اشارہ ہے۔ مترجم

۱۸ھ سورہ بقرہ آیت ۲۲۸ کی طرف اشارہ ہے۔ مترجم۔

۱۹ھ سورہ انعام آیت ۸۲

۲۰ھ حدیث بالا میں سورہ انفال کی آیت ۶۰ کی طرف کنایہ ہے۔ مترجم۔

۲۱ھ حدیث مذکورہ بالا میں آیت کریمہ سورہ فتح کی آیت ۲۶ ہے۔ مترجم۔

۲۲ھ سورہ انشقاق آیت ۸ ۲۳ھ اتقان جلد دوم ص۲۰۵- ۱۹۱

۲۴ھ سورہ آل عمران آیت ۱۴

۲۵ھ اوقیہ عہد نبوی اور عہد صحابہ کا ایک پیمانہ تھا جس میں چالیس درہم کے ہم وزن چاندی آتی تھی۔ اس لیے ایک اوقیہ چاندی سے عموماً چالیس درہم مراد ہوتے ہیں۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو مترجم کی کتاب "عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت" نقوش رسول نمبر لاہور کی جلد پنجم ودوازدہم کے ابواب پنجم ص۶۴۵ وغیرہ اور ص۵-۴ ۲۵ وغیرہ نیز نبوی غزوات وسرایا کی اقتصادی اہمیت نقوش جلد ص۱۱

۲۶ھ فجر الاسلام ص۲۴۵ حافظ ابن کثیر نے آیت کریمہ : زین للناس حب الشہوات (رجھایا ہے لوگوں کو مزوں کی محبت پر) کی تفسیر میں تحقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ قنطار کی تعیین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔ اور جو کچھ اس باب میں مروی ہے وہ کسی نہ کسی صحابی پر موقوف ہے (یعنی وہ صحابی کی اپنی رائے ہے۔ مترجم) ۲۷ھ اتقان جلد دوم ص۸

۲۸ھ ضحی الاسلام، جلد دوم ص۱۳۱ ۲۹ھ فجر الاسلام ص۲۴۵

۳۰ھ ملاحظہ ہو ان کا مقالہ ان کے مقدمہ فی اصول التفسیر ص۵ میں

۳۱ھ خوئی کے بارے میں علامہ سیوطی کے بیان کے لیے ملاحظہ ہو اتقان جلد دوم ص۱۷۴ اور ص۱۸۱

۳۲ھ ان کا اصل نام عبداللہ بن حبیب تابعی مقری ہے اور انھوں نے ۷۴ھ میں وفات پائی تھی۔ وہ

قدامہ نے کہا: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا[۶۱] (جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کیے ان پر گناہ نہیں جو کچھ پہلے کما چکے، جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کیے، پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی) بلاشبہ میں ان لوگوں میں شامل ہوں جو ایمان لائے اور عمل صالح کرنے والے، تقویٰ اختیار کرنے والے، مومن، متقی اور احسان کرنے والے ہیں۔ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر، احد، خندق اور دوسرے تمام غزوات میں شریک جہاد رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر لوگوں سے فرمایا: کیا تم ان کے قول کی تردید کرتے ہو؟ اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیات گذشتہ لوگوں کی عذر خواہی کے لیے اتری تھیں اور موجودہ باقی لوگوں کے خلاف حجت و دلیل ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ[۶۲] (اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے۔ گندے کام ہیں شیطان کے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔[۶۳]

(۲) روایت ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کا قول: اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ[۶۴] (آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا) نازل ہوا تو صحابہ کرام عام طور سے خوش ہوئے کیونکہ ان کے خیال میں یہ دین کے کمال و تکمیل کی محض ایک خبر اور بشارت تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: کمال کے بعد زوال آتا ہے۔ ان کو بخوبی احساس تھا کہ اس آیت کریمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کی خبر بھی مضمر تھی۔ اور ان کا یہ خیال بالکل صحیح تھا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزول کے بعد صرف اکیاسی[۸۱] دن ہی زندہ رہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔[۶۶]

(۳) امام بخاری نے حضرت سعید بن جبیر کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے: حضرت عمرؓ مجھ کو اپنی بارگاہ میں بدر کے بزرگوں اور شیوخ کے ساتھ حاضری کی اجازت دیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعض لوگوں کو یہ بات ناگوار گذری اور انھوں نے فرمایا: یہ ہمارے ساتھ نہ آیا کرے اس جیسے ہمارے بیٹے بھی ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تم میں سب سے زیادہ عالم لوگوں میں شامل ہے۔ پھر ایک دن ان کو بلایا اور مجھے